از جناب ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صاحب
چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل

اِصلاحِ معاشرہ
قرآنِ حکیم کی روشنی میں

انسان جس معاشرے میں رہتا ہے یقیناً اس کی اصلاح کا فریضہ بھی خود اس پر عائد ہوتا ہے۔ گو اصول یہی ہے کہ ہر فرد اپنے افعال کا خود ذمہ دار اور جواب دہ ہے۔ لیکن معاشرہ کے جو افراد نہ صرف خود بااختیار ہیں بلکہ بعض دوسرے افراد پر بھی بعض اعتبار سے اختیار رکھتے ہیں ان کی ذمہ داری دُہری ہو جاتی ہے۔ ایک خود اپنی ذات کے بارے میں اور دوسری متعلقہ افراد کے تعلق سے۔ مثال کے طور پر والدین اپنی اولاد کی اصلاح و تربیت کے ذمہ دار ہیں۔ استاد اپنے شاگردوں کی اصلاح و تربیت کا ذمہ دار ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے۔

کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ	تم میں سے ہر ایک گلہ بان یعنی نگہبان ہے اور تم میں سے ہر ایک جوابدہ ہے اپنے گلہ کے بارے میں۔

اسلام معاشرے کی اصلاح کو دو دائروں میں بیان کرتا ہے۔ ایک انفرادی سطح پر اور دوسرے اجتماعی چنانچہ اگر ایک طرف انسان کے ذمہ خود اپنی اصلاح ہے تو دوسری طرف اس کے ذمہ معاشرہ کے دیگر افراد کی اصلاح کی ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے۔ البتہ ایک خاص دائرہ میں یہ فریضہ مسلمانوں کے ایک گروہ کے سپرد ہے کہ وہ " داعی الی الخیر" بن کر لوگوں کو خیر خواہی کے جذبہ کے ساتھ ان کی اصلاح و تربیت کے کام میں مشغول رہیں۔

اسلام توحید و رسالت اور عقیدۂ آخرت کو اصلاح معاشرہ کے لئے سنگ بنیاد کی حیثیت دیتا ہے خاص طور پر عقیدۂ آخرت انسان کے دنیاوی اعمال و افعال پر جس طرح اثر انداز ہوتا ہے اس کا مقابلہ کوئی اور نظریہ یا عقیدہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:۔

"من عمل صالحاً فلنفسہ ومن اساء فعلیہا"

جس نے نیک کام کیا تو اس کا فائدہ اس کے اپنے لئے ہے اور جس کسی نے برائی کی وہ خود اس کے آگے آئیگی

آخرت پر ایمان انسان کی سیرت و کردار کی تشکیل کی بنیاد اور اصلاح معاشرہ کے لئے تریاق کا کام کرتا ہے۔ اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ جن لوگوں کے لئے صرف یہی دنیا اصل مقصود ہے اور ان کے پاس آخرت کا کوئی تصور موجود نہیں ع

بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

کے مصداق وہ اس چند روزہ حیات کو اپنا سب کچھ سمجھتے ہیں۔ آخرت کی جزاء و سزا کا کوئی تصور ان کے یہاں موجود نہیں۔ وہ جھوٹ اور سچ، حرام اور حلال کی تفریق کو اپنے شب و روز کے عیش و آرام میں خلل انداز ہوتے دیکھیں تو ان کو معاشرتی برائیوں اور اخلاقی جرائم کے ارتکاب سے باز رکھنے والی کوئی شئے نظر نہیں آتی اور اگر وہ کسی وقت ان برائیوں اور جرائم کے ارتکاب سے رُکے رہتے ہیں تو ایسا حکومت کے تحریری قوانین یا سوسائٹی کے اخلاقی دباؤ کے تحت ہوتا ہے لیکن ع

چوں بخلوت می روند آں کار دیگر می کنند

خلوتوں اور رازدارانہ طریقوں پر جہاں حکومت اور پولیس کا انہیں کوئی خدشہ نہیں، انہیں کوئی سا امر مجبور کر سکتا ہے کہ وہ اپنے عیش و آرام اور مالی مفادات اور مادی منافع کو چھوڑ کر اخلاقی قدروں اور ضابطوں کی پابندی قبول کریں۔ وہ صرف عقیدۂ آخرت اور اللہ کا خوف ہی ہو سکتا ہے۔ جو انسان کو اس کے ظاہر و باطن میں یکساں اخلاقی عمل اختیار کرنے پر اس کے قلب و ضمیر کو ہمہ وقت آمادہ و تیار رکھتا ہے۔

اس کیفیت کو اس مثال سے یوں سمجھئے کہ ایک شخص تن تنہا ایک جنگل میں جا رہا ہے کہ راستے میں اسے ایک تھیلی پڑی ملتی ہے وہ اٹھا لیتا ہے کھول کر دیکھتا ہے کہ وہ تھیلی کرنسی نوٹوں سے بھری ہوئی ہے۔ اس کے آس پاس کوئی فرد بشر موجود نہیں جو اس فعل کا گواہ ہو۔ تھیلی پر مالک کا پتہ بھی لکھا ہے۔ لیکن وہ خدا فراموش شخص اس تھیلی کو اٹھا کر خوشی خوشی اپنے گھر لے جاتا ہے اور خوب گل چھرّے اڑاتا ہے اس کے برخلاف عقیدۂ آخرت پر ایمان رکھنے والا شخص جو اس بات سے اچھی طرح واقف ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام کاموں سے واقف ہے وہ ہماری تمام حرکات و سکنات کو دیکھ رہا ہے۔ اس نے ہمارے تمام افعال کے لکھنے کے لئے کراماً کاتبین مقرر کر رکھے ہیں جو ہمارے ہر عمل کو لکھ رہے ہیں ایسا شخص یا تو اس تھیلی کو وہیں پڑا رہنے دے گا یا اس کے مالک کو تلاش کر کے اس تک اس تھیلی کو پہنچا دے گا۔ یا حکومت کے پاس جمع کرا دے گا۔ ان دونوں اشخاص کے درمیان نقطۂ امتیاز صرف عقیدۂ آخرت پر کامل ایمان ہے۔ یہی وہ عقیدہ تھا جس پر پوری طرح عمل کرنے سے اسلام کے ابتدائی دور میں ایسا پاکیزہ معاشرہ وجود میں آیا کہ لوگ مسلمانوں کی صورتیں اور چال چلن دیکھ کر دل و جان سے اسلام کے گرویدہ ہو جاتے تھے۔

اسلام معاشرے کی اصلاح کے لئے علم دین کو عام کرنے پر خاص زور دیتا ہے کیونکہ دین کا اصل مقصد بندہ اور اللہ کے درمیان تعلق کو صحیح بنیادوں پر قائم کرنا ہے جس پر انسان کی عملی زندگی کے استحکام کا دارومدار ہے۔ اسلام صحیح سمت میں دل میں جذبہ عمل کو بیدار کرکے یہ احساس اجاگر کرتا ہے کہ وہ اچھے اعمال کرے۔ معاشرے کے دوسرے افراد کو تکلیف نہ پہنچائے۔ دوسروں کے حقوق غصب نہ کرے۔ دوسروں کے حقوق غصب کرنے کے لئے جھوٹے مقدمے دائر نہ کرے۔ جھوٹی گواہی نہ دے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان کے خلاف حرام مال کھانے میں نہ لگے۔ دنیا کے ذلیل اور پست مقاصد کے حصول کے لئے شریعت کے خلاف طریقے اختیار نہ کرے۔

اسلام ایمان و عمل کو لازم و ملزوم قرار دیتا ہے۔ ایمان قلب سے شروع ہوتا ہے اور ظاہر عمل پر پہنچ کر مکمل ہوتا ہے ورنہ ناقص رہتا ہے۔ ایمان و عمل کا یہ التزام معاشرے کی پاکیزگی کا ضامن ہوتا ہے۔

اور یوں بھی یہ بات ماہرین عمرانیات اور نفسیات کے نزدیک مسلّم ہے کہ انسان کے افعال و اعمال کا اصل محرک اس کے خیالات ہوتے ہیں۔ اگر خیالات صالح ہیں تو ان کے زیر اثر جو افعال سرزد ہوں گے وہ بھی نیک اور صالح ہوں گے۔ اور اگر خیالات برے اور فاسد ہوں گے تو افعال اور اعمال بھی برائی آلود ہوں گے۔ اور اگر یہ بات بھی ہم سب کو تسلیم ہے کہ خیالات کا مبدا اور سرچشمہ دراصل اس کے عقائد ہوتے ہیں جن کے تحت اس کے خیالات و تصورات تشکیل پاتے ہیں۔ اب اگر عقیدہ صالح اور ہمہ گیر ہو تو اس کی زندگی کے افعال و اعمال اس کے زیر اثر وقوع پذیر ہوں گے۔

ایمان کا بنیادی نکتہ اللہ کے وجود کو اس کی تمام صفات کے ساتھ تسلیم کرنا۔ احکم الحاکمین ماننا اور پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا کا آخری پیغمبر ماننا اور عملاً آپ کے دین کو اپنی ساری زندگی میں جاری و ساری کرنا ہے۔ اللہ کو احکم الحاکمین ماننے والا شخص کسی کے آگے سر نہیں جھکاتا۔ اللہ کو قادر و مطلق ماننے والا شخص کسی شخص کو نفع و ضرر کا مالک نہیں سمجھتا۔ اللہ کو رزاق حقیقی ماننے والا شخص یقین رکھتا ہے کہ دنیا میں کوئی ذی روح ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو۔ ایمان کے تحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سچا اور آخری نبیؐ ماننے والا آپ کو ایک ماڈل اور نمونہ سمجھتا ہے اور اپنی زندگی آپ ہی کے بتائے ہوئے طریقہ پر گذار کر دنیاوی برکات و حسنات حاصل کرتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی قائم کردہ نماز کو قائم کرنا۔ صفائی۔ طہارت پاکیزگی اور وقت کی قدر و پابندی کے علاوہ ماسوا اللہ ہر ایک کی عبادت و بندگی کی نفی کرتا ہے۔ زکوٰۃ کے نظام کو اپنا کر حب مال کے مرض میں مبتلا نہیں ہوتا۔ باہمی ہمدردی اور ضرورت مندوں کی مدد کے جذبہ عمل کو پروان چڑھاتا ہے اور روزہ دوسروں کی غربت اور بھوک کا احساس دلاتا ہے اور ایمان کی سب سے بڑی برکت یہ ہے کہ ایمان کامل انسان کو اس دنیاوی زندگی میں معصیت و گناہ سے بچاتا ہے اور ظاہر ہے کہ جو شخص گناہ و معصیت

سے بچتا ہے اس کی یہ دنیاوی زندگی امن وعافیت کا گہوارہ ہوتی ہے اور دنیا میں انسانی زندگی کے لئے جو مضر چیزیں ہیں وہ ان سے محفوظ رہتا ہے اور اللہ کی قائم کردہ حلال وحرام کی حدوں کو قائم رکھ کر اس دنیا میں نفس مطمئنہ حاصل کرتا ہے۔ وہ ایمان کی روشنی میں زندگی کی کٹھن راہوں پر صبر واستقلال کے ساتھ چلنے کا سبق سیکھتا ہے کیونکہ اس کا ایمان ہوتا ہے کہ اس دنیا کی ناظم حقیقی اللہ کی ذات ہے جس کی مشیت کے بغیر اس دنیا کا کوئی ذرہ بھی حرکت نہیں کر سکتا۔ وہ راضی برضائے الٰہی ہو کر زندگی گذارنے کا سلیقہ جان جاتا ہے اور اس دنیاوی زندگی سے بیزاری یا محرومی کا احساس اسے راہ مستقیم سے نہیں ہٹا سکتا۔

ایک صاحب ایمان وادراک شخص جنگ وامن، معیشت وسیاست اور تعلیم وثقافت کے بارے میں سارے فیصلے ایمان کی روشنی میں کرتا ہے۔ آخرت میں جواب دہی کا تصور اسے دنیا میں انسانوں کے حقوق غصب کرنے سے روکتا ہے۔ اگر عقیدہ آخرت نہ ہو اور جزا وسزا پر ایمان نہ ہو تو محض دنیاوی قوانین انسانوں کو باہم متحد اور ان میں اخوت وہمدردی پیدا کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔ انسانیت کی عالمگیر فلاح ہی ایمان پر ہے۔ ایمان ہی کے ذریعے انسان کو اپنی ہستی اور اس کے مقام کا صحیح ادراک حاصل ہوتا ہے اور اس کے مقصد وجود اور دائرہ کار کا تعین ہوتا ہے جس پر عمل پیرا ہو کر اس پر نہ صرف دنیاوی برکات کا دروازہ کھل جاتا ہے بلکہ ایسے ہی بندوں کے لئے قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:۔

یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی، وادخلی جنتی	اے نفس مطمئنہ! تو اپنے رب کی طرف راضی برضا ہو کر رجوع کر۔ اور میرے بندوں میں شامل ہو کر میری جنت میں داخل ہو جا۔

(پارہ ۳۰۔ سورہ فجر آیت ۲۷)

اصلاح معاشرہ کے لئے اسلام جس چیز پر زیادہ زور دیتا ہے وہ قول وفعل میں توافق (موافقت) و مطابقت ہے۔ فی زمانہ ہمارے یہاں اصلاح معاشرہ کی جو کوششیں کی جاتی ہیں ان کی ناکامی یا بہت کم کامیابی کی ایک خاص وجہ یہ ہوتی ہے کہ ہمارے قول وفعل میں مطابقت نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں کو قرآن حکیم تنبیہ کرتا ہے کہ تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتے۔ یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:۔

یا ایھا الذین امنوا لا یسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیرا منھم ولا نساء من نساء عسیٰ ان یکن خیرا منھن	اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے ممکن ہے وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں

ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب — اور اپنے مسلمان بھائی کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کا برا نام رکھو۔

اصلاح معاشرہ کے لئے ایک اور اصول قرآن حکیم میں یہ بیان ہوتا ہے کہ لوگوں کو خیر خواہی کے جذبہ اور موعظۃ حسنۃ (اچھی نصیحت) کے ساتھ سمجھاؤ۔ انہیں اصلاح حال کی طرف راغب اور متوجہ کرنے کے لئے ان کے ساتھ اچھے طریقے پر دلیلیں قائم کرو۔ اور بحث کرو۔ کیونکہ کج بحثی اور کٹ حجتی سے بجائے فائدہ پہنچنے کے الٹا نقصان پہنچ جاتا ہے۔

قرآن حکیم میں ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے :۔

"لا تزکوا انفسکم" ۔ "اپنے آپ پر نہ اتراؤ" کہ بڑے متقی اور پرہیز گار ہیں۔ بڑے مصلح اور ہدایت یافتہ ہیں بلکہ خود اپنے آپ کو بھی خیر کا محتاج سمجھنا چاہئے۔ اور اپنے نفس کو بھی خیر کی تلقین کرتے رہنا چاہئے۔ مبادا شیطان نفس کو غرور میں مبتلا کردے اور خیر کی توفیق ہی سلب ہو جائے۔

مقصود یہ ہے کہ انفرادی اور اجتماعی ہر دو دائروں میں اصلاح معاشرہ کے کام میں مشغول رہا جائے۔ اس کے لئے اگر علیحدہ وقت نہ مل سکے تو جس کام اور پیشے کے متعلق ہے اس میں خیر و اصلاح کے پہلو نکال کر نیکیوں کو پھیلانا رہے۔ اللہ برکت دینے والا ہے۔ چنانچہ یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ اصلاح معاشرہ کے لئے اگر ان قرآنی ہدایات پر عمل کیا جائے اور خود کو بھی لوگوں کے سامنے عملی نمونہ بنا کر پیش کیا جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کے اچھے اور مفید اثرات مرتب ہوں گے اور اصلاح معاشرہ کا کام مستحکم بنیاد اختیار کرے گا۔

نئی اشاعت
ارمغان حرم
مؤتمر المصنفین اکوڑہ خٹک